55

ہر کام کے لئے تیاری ضروری ہے

(فرمودہ ۷ مارچ ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا

میں نے پچھلے بعض خطبات میں اپنی جماعت کے احباب کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ زمانہ تبلیغ کا ہے۔ اس لئے ہمارے تمام احباب کو چاہئے کہ اس اسلام کی اشاعت میں جو ہمیں مسیح موعود کے ذریعے ملا ہے۔ اپنی تمام تر توجہ سے لگ جائیں۔ جب تک یہ صداقت دنیا کے گوشہ گوشہ میں نہ پھیل جائے۔ اس وقت تک ہم چین نہ لیں۔ لیکن ایک سوال یہ ہے کہ تبلیغ کس رنگ میں کی جائے۔ ظاہر ہے کہ جب تک ہتھیار نہ ہوں دلائل اور ثبوت نہ ہوں۔ انسان دوسرے کو قائل نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ سلسلہ کی صداقت کے ثبوت یاد کریں اور خوب سمجھ لیں۔ کیونکہ اس کے بغیر آپ دوسرے کو سمجھا نہیں سکتے۔

دنیا میں جس قدر صداقتیں ہیں ان سے ایک نور پھیلتا ہے اور اس نور سے صداقت چھن چھن کر قلوب تک پہنچتی۔ لوگ نہیں جانتے مگر صداقت پہنچ جاتی ہے۔ ایسی حالت میں انسان ایک دو دلیلوں سے سمجھ جاتا ہے مگر دوسرے کو نہیں سمجھا سکتا۔ اگر ایسا شخص جو خود تو صداقت کو سمجھ چکا ہے۔ مگر دلائل اس کے پاس اتنے نہیں ہیں کہ دوسرے کو سمجھا سکے اور سمجھانے کی کوشش کرے گا تو اس کی کوشش رائگاں جائے گا۔

دو ذریعہ ہیں جن سے صداقت پھیل سکتی ہے ایک یہ کہ خدا سے تعلق ہو۔ دعائیں قبول ہوتی ہوں۔ خدا کی طرف سے ایک اثر دیا گیا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ صداقتیں جو اس کو ملی ہوں ان کو ایسے طریق سے پیش کر سکے کہ لوگ ان کا انکار نہ کریں۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں۔ جن کو خود تو یقین ہوتا ہے مگر اتنا علم نہیں ہوتا جو دوسرے کو سمجھا سکیں ایسے لوگ خود بھی ٹھوکر کھاتے ہیں اور دوسروں کی ٹھوکر کا بھی موجب ہوتے ہیں یا کم از کم موجب ہدایت ہوتے اور ان کی کوششوں

سے لوگوں کے دل متاثر نہیں ہوتے۔

ان زبردست دلائل میں سے جو حضرت صاحب کے لئے ہم پیش کیا کرتے ہیں ایک میں یہاں پیش کرتا ہوں۔ یہ دلیل اپنے اندر اتنی شقیں رکھتی ہے کہ ان کو بہت سے لوگ جانتے بھی نہیں سمجھنا تو بڑی بات ہے اور اسی لئے ان کی بات کا دوسروں پر اثر نہیں ہوتا۔

یاد رکھنا چاہئے کے جتنے دلائل ہوتے ہیں وہ اور دلائل سے مل کر ایک مدعا کو ثابت کیا کرتے ہیں۔ جس طرح علم کے درجہ ہوتے ہیں اول جماعت' دوم جماعت' سوم جماعت وغیرہ وغیرہ اسی طرح دلائل کے بھی درجے ہوتے ہیں۔ ایک دلیل ایک حصہ کو ثابت کرتی ہے۔ دوسری دلیل اس کے ساتھ مل کر اوپر کے حصوں کو ثابت کرتی ہے اگر پہلی جماعت کا طالب علم سمجھے کہ میں لائق ہو گیا۔ اور انتہائی ترقی پا گیا۔ تو وہ نادان ہو گا۔ اسی طرح اگر دلیل کا ایک حصہ پیش کر کے کوئی یہ خیال کرے کہ اس سے میرا مخالف خاموش ہو جائے گا۔ تو یہ اس کی نا سمجھی ہو گی کیونکہ دلائل میں یہ بات ہوتی ہے کہ دلیل کا ایک حصہ ایک بات ثابت کیا کرتا ہے۔

مثلاً خدا ہے یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے اس پر زمین و آسمان گواہ ہیں لیکن اتنی بڑی دلیل سے بھی صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ خدا ہونا چاہیئے۔ مگر یہ بات کہ خدا ہے بھی یا نہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس پر حضرت صاحب نے بڑی بحث کی ہے اور فرمایا ہے کہ زمین و آسمان سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ خدا ہونا چاہیئے۔ لیکن خدا کے ہونے کی قطعی دلیل یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ خدا آپ اپنے آپ کو ہمارے سامنے ظاہر کرے اور کہے کہ میں ہوں۔ زمین و آسمان یہ بات پیدا نہیں کرتے ان سے صرف اتنا پتہ لگے گا کہ خدا ہونا چاہیئے۔ اور خدا کی ضرورت ہے اور جب تک خدا اپنے آپ کو ہم پر ظاہر نہ کرئے تب تک یہ یقین نہیں ہوتا کہ خدا ہے۔ زمین و آسمان سے خدا کی طرف توجہ ہوتی ہے اور جب خدا انسان کے دل پر نازل ہوتا ہے اور بتاتا ہے کہ میں ہوں تب یقین ہو جاتا ہے۔

اس میں ایک تیسری بات بھی ہے اور وہ یہ کہ جس بات کو کوئی انسان خدا کی بات کہتا ہے وہ اس کی اختراع یا غلطی تو نہیں ہے اور اسے کوئی دھوکہ تو نہیں لگ گیا بعض اوقات یوں ہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے آواز دی ہے۔ مگر ہوتا کچھ نہیں صرف کان بجتے ہیں۔ میرے ساتھ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے اور کئی آدمیوں کے ساتھ بھی ہوا ہو گا کہ پیچھے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آواز آئی ہے۔ مگر جب اس طرف دیکھا جاتا ہے۔ تو کوئی آواز دینے والا نہیں ہوتا۔ پس اس وقت یہ بھی دیکھنا

ہو گا کہ جس آواز کو اس نے سنا ہے۔ وہ واقعی آواز تھی۔ یا محض اس کے کان بجے تھے۔ اس کے معلوم کرنے کے لئے یہ علامت ہے کہ جو بات خدا کی طرف سے ہو اس کے ساتھ نشان بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً مجھے آواز آئے "محمود" جب میں اس آواز پر مڑ کر دیکھوں اور کسی کو نہ پاؤں تب میں یہی سمجھوں گا کہ یہ آواز نہ تھی۔ بلکہ محض میرے کانوں کی غلطی تھی۔ مگر جب مجھے محمود کی آواز آئے اور میں پیچھے مڑ کر دیکھوں کہ ایک شخص دوڑتا ہوا میری طرف آ بھی رہا ہے۔ تب میں یہی کہوں گا کہ یہ میرے کانوں کی غلطی نہ تھی۔ واقعی اس آدمی نے مجھے بلایا تھا۔

پس جب کسی کو کوئی آواز آتی ہے اور اس آواز کے مطابق نصرت بھی ہوتی ہے۔ تو وہ آواز دماغ کی کمزوری کا نتیجہ نہیں ہو گی۔ اب غور کر لو کہ ایک دلیل کے ساتھ کس قدر دلائل نے مل کر خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دیا ہے اگر دلیل کے ایک حصہ پر ہی اکتفا کر لیا جائے۔ اور باقی نہ لئے جائیں۔ تو مطلب ثابت نہیں ہوتا۔ یہ میں نے ایک مثال خدا کی ہستی کی دلیل کے متعلق بتائی ہے۔

اب میں حضرت صاحب کے دعویٰ کے ثبوت میں یا ہر ایک رسول کے دعویٰ کے ثبوت میں ایک دلیل بیان کرتا ہوں۔ اور میں بتاؤں گا کہ کس طرح قدم قدم صداقت ثابت ہوتی ہے اور ایک درجہ سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے درجہ میں جا کر بات صاف ہوتی ہے۔ مثلاً حدیث میں آیا تھا اور قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو اس زمانہ میں آ جانا چاہیئے مگر اس سے حضرت مرزا صاحب کا سچا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یا مثلاً چاند اور سورج کو گرہن لگ گیا اور یہ مسیح موعود کی آمد کی نشانی ہے۔ مگر محض اس سے ثابت نہیں کہ حضرت مرزا صاحب مسیح یا مہدی ہیں بلکہ کچھ اور دلائل ہیں جن کے ملنے سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے لیکن اگر کوئی شخص صرف چاند اور سورج کے گرہن سے ہی خیال کرے کہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہو گئی اور اسی دلیل سے چاہے کہ کسی کو صداقت مسیح موعود کا قائل کر لے تو وہ ٹھوکر کھائے گا اس لئے میں ایک موٹی دلیل صداقت کی پیش کرتا ہوں اور یہ بھی بتاؤں گا کہ اس دلیل سے کس طرح صداقت ثابت ہوتی ہے۔

اور وہ یہ ہے فرمایا کہ **فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون** (یونس ۱۷) یہ دلیل ہے جو قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دی گئی ہے۔ اس کے متعلق ہم دیکھنا یہ چاہتے ہیں کہ کہاں تک صداقت کے معلوم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ عام طور پر لوگ خیال کیا کرتے ہیں کہ اس سے سب دعاوی کی صداقت ثابت ہو جاتی ہے حالانکہ بات یہ نہیں۔ بلکہ اس

دلیل سے دعویٰ کا ایک حصہ ثابت ہوتا ہے۔ عام طور پر لوگ اس سے صرف یہ استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ آپ پر کبھی اتہام نہیں لگایا گیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں مگر اس سے آپ کی صداقت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ طریق استدلال درست نہیں ہے بلکہ اس آیت کے اندر کئی شرطیں ہیں۔ جو کسی رسول کے دعویٰ کے اثبات کا ایک حصہ بنتی ہیں۔ وہ شرطیں کیا ہیں۔ اور ان سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

اول یہ کہ فرمایا **فقد لبثت فیکم عمرا** اس میں ایک شرط یہ ہے کہ وہ جن لوگوں میں آیا ہو۔ ان میں اس نے عمر کا ایک بڑا حصہ گذارا ہو۔ لوگ کسی کو پرکھ نہیں سکتے۔ جب تک ایک عرصہ تک اس سے واسطہ نہ پڑے۔ وہ دیکھ نہ لیں کہ اس کے حالات بدلتے نہیں رہے۔ اس نے ہمیشہ صداقت کو پکڑے رکھا ہے۔ کبھی صداقت سے ادھر ادھر نہیں ہوا۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو۔ تب تک اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ پس ہمیں مدعی کی پہلی حالت معلوم ہونی چاہیئے۔ جس سے معلوم کر سکیں کہ وہ معظم امور میں ہمیشہ ایک بات پر قائم رہا۔ جزوی امور میں اگر اختلاف ہوا ہو تو کوئی بات نہیں اصولی امور میں وہ ایک جگہ پر قائم رہا ہو۔ یہ نہ ہو کہ آج وہ ہندو ہے تو کل عیسائی اور پرسوں کسی اور مذہب کا پیرو اگر کوئی ایسا شخص ہو تو اسے ہم اوتار اور نبی نہیں مان سکتے۔ ہاں مولوی اور عالم ہو سکتا ہے کیونکہ مولوی اور عالم دلیل سے جہاں ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور سمجھ بھی جاتے ہیں۔ اگر کوئی مولوی پچاس مذہب بھی بدلے تو کوئی تعجب نہیں اور عقلی طور پر اس کی اتباع میں حرج نہیں کیونکہ مولوی یا عالم اپنے علم و فکر سے ایک بات کہتا ہے اور وہ اس میں غلطی بھی کر سکتا ہے۔ مگر نبی کے علم اور کلام کا ماخذ خدا ہوتا ہے۔ اس لئے اصولی مسائل میں اس میں اختلاف نہیں ہونا چاہیئے اور نہ ہوتا ہے اسی لئے وہ ٹھوکریں نہیں کھاتا۔ یہ بات دیکھنے کے لئے مدعی کی پہلی زندگی کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

دوسری بات اس آیت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ چند دن کے حالات سے صداقت یا عدم صداقت پر بحث نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دو دو تین تین سال تک دھوکا لگ سکتا ہے ایک آدمی اس عرصہ میں دھوکہ دینے کا منصوبہ باندھ سکتا ہے۔ لیکن ایک لمبا عرصہ پہلے دھوکے کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ اور جب کسی کی ساری عمر سامنے گذری ہو تو معلوم ہو سکتا ہے کہ بچپن میں وہ کیسا تھا۔ جوانی میں کیسا رہا۔ ادھیڑ عمر میں کیسا ہو۔ اگر یہ بات نہ ہو تو امر مشتبہ ہو سکتا ہے۔ غرض ضروری ہے کہ ایسے شخص کی ساری زندگی سامنے رہی ہو۔

یہ ہے کہ اس کی زندگی غیر معروف نہ ہو بلکہ ایسی ہو کہ لوگوں نے اس پر نوٹس لیا ہو کیونکہ عموماً اس تنکیر سے عظمت ظاہر ہوتی ہے یعنی ایسی زندگی ہو کہ کفار اس کی زندگی کی بناء پر پکار اٹھیں کہ **کنت فینا مرجوا** تجھ سے ہمیں بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ غرض اس کی زندگی نہایت اہم اور شاندار ہو۔ لوگوں کے اس سے معاملات پڑتے رہے ہوں۔ اور لوگوں نے ہر حال میں اس کی نیکی اور اعلیٰ زندگی کو مشاہدہ کیا ہو۔ پھر جب وہ کہے کہ میں تم میں رہا ہوں میرا بچپن۔ میری جوانی اور میری ادھیڑ عمر تم نے دیکھی ہے۔ پھر وہ ضرور قابل توجہ ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ''من قبلہ'' اس میں ایک اور شرط پائی جاتی ہے کہ اس کی نیکی اور متقیانہ زندگی دعویٰ سے پہلے پائی جاتی ہو۔ جب دعویٰ کرتا ہے۔ تو لا محالہ دعویٰ کے مطابق بہ تکلّف بھی بننا پڑتا ہے۔

یہ چار نشان ہیں جو ایک مدعی میں ہونے چاہئیں۔ اور یہ اس آیت میں بیان ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ وہ شخص اپنی قوم میں زندگی بسر کرے (۲) لمبی زندگی بسر کرے۔ (۳) دعویٰ سے پہلے کی عمر کا حصہ اس شان سے گذارا ہو کہ اس پر لوگوں کی توجہ پڑتی ہو اور اس کے متعلق لوگوں کا یہ خیال ہو کہ اس کی زندگی بڑی ہونہار اور فائدہ بخش زندگی ہے۔ (۴) کہ وہ زندگی دعویٰ سے قبل کی ہو۔

یہ چار شرطیں ہیں۔ جو اس آیت کے ماتحت کسی مدعی میں پائی جانی ضروری ہیں۔ اور ان کے بغیر اس کا دعویٰ کوڑی کی قیمت کا بھی نہیں ہوتا۔ سال دو سال تین یا چار سال کی عمر سند نہیں ہو سکتی۔ اتنے اتنے عرصے میں لوگوں دھوکہ دے سکتے ہیں۔ ہاں بچپن میں منصوبہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بچپن کی حالت ہو۔ پھر جوانی میں دیکھا ہو۔ ادھیڑ عمر میں لوگوں کے سامنے رہا ہو۔ ایسا شخص اگر کہے کہ تم میری عمر پر اعتراض تو کرو تو وہ حق بجانب ہو سکتا ہے نہ کہ ایسا شخص جو چند سال کسی جگہ گذارے اور اس کی زندگی نمایاں زندگی نہ ہو وہ یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ میرے اس حصہ عمر پر کوئی اعتراض تو کرو۔ یہاں سے ایک شخص مرتد ہو کر لاہور گیا۔ اس نے کہا کہ اے قادیان والو! میری زندگی پر کوئی اعتراض کرو اور اس نے یہ آیت پیش کی۔ اگر ہر ایک شخص اس دلیل کو اس لئے پیش کر سکتا ہے کہ اس کی چند سالہ زندگی کے عیب کسی کو معلوم نہیں تو قادیان کے پنڈورے کے کئی چوڑھے اور سانسی بھی اٹھ کر کہہ سکتے ہیں کہ ہماری زندگی پر کوئی عیب تو دکھا۔ ہم لوگ جو ان کے حالات سے واقف نہیں ہیں ان کو کیا کہہ سکتے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے یہ ضروری ہے کہ مدعی نے دعوے سے پہلے اس شان سے زندگی بسر کی ہو کہ ہر ملت کے لوگ اس کے

متعلق پکار اٹھیں کہ کنت فینا مرجوا (ھود) تجھ پر بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ یہ بات نہ ہو تو ہر شخص مدعی بن بیٹھے گا۔ پھر یہ بھی اس آیت سے ظاہر ہے کہ دعویٰ سے قبل کی زندگی ہو۔ کیونکہ دعویٰ کے بعد ایک شخص تو تکلف سے بھی اپنی حالت کو سنبھال سکتا ہے۔ پس اس دلیل میں چار شرطیں ہیں۔ وہ چاروں ہی پائی جانی چاہئیں۔ اگر ان کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ تو یہ دلیل ہی نہیں بن سکتی۔ اب دیکھو حضرت مرزا صاحب کی پہلی زندگی ایسی عظیم الشان تھی۔ کہ آپ سمجھ دار لوگوں کی نظر میں خاص وقعت رکھتے تھے۔ اور جائدادوں کے متعلق کہہ دیا کرتے تھے. کہ جو آپ فیصلہ کریں گے ہم اس کو تسلیم کرلیں گے۔ کیونکہ وہ لوگ باوجود عداوت کے جانتے تھے. کہ آپ حق سے ادھر ادھر نہ ہوں گے۔

اگر یہ بات نہ ہو تو فَقَدْ لَبِثْتُ فیکم عمرا کا کچھ مطلب ہی نہیں رہتا اور نوے فیصدی ایسے لوگ ہو سکتے ہیں۔ جن پر بوجہ ناواقفیت کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ لیکن وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ سینکڑوں لوگ ہوتے ہیں. کہ وہ ایسی گمنامی کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ لوگوں کی ان پر نگاہ بھی نہیں پڑتی۔ ان پر کسی نے اعتراض کیا کرنا تھا۔

اب اس کے ماتحت دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہے۔ ہم حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ وغیرہ کو سچا مانتے ہیں۔ گو ان کی زندگی ہمارے سامنے نہیں ہے۔ مگر چونکہ ان کی صداقت کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت ہے۔ جس کے متعلق دوست و دشمن کی گواہی موجود ہے. کہ آپ کے دعویٰ سے قبل کی زندگی نہایت شاندار اور پاک بازانہ تھی۔ اس لئے گذشتہ انبیاء کو بھی ہم سچا یقین کرتے ہیں۔ تو یہ آیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صداقت کی دلیل ہے اور حضرت مسیح موعود کے لئے شہادت ہے۔ ہر ایک اس شخص کے لئے نہیں جو کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہا ہو۔ پس ہر ایک شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا کوئی جرم ثابت کرو۔ ورنہ مجھے نبی مانو۔ اس طرح تو (۸۰) اسی فیصد لوگ نبی بن جائیں گے۔ یہ دلیل اس کے لئے ہے جس کی زندگی اور حالات لوگوں کی نظر میں ہوں اور دعویٰ سے قبل لوگ جھوٹ اور خیانت کو اس سے ناممکن سمجھتے ہوں اور یقین رکھتے ہوں کہ جو یہ کہے وہ سچ ہے۔ وہ اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایسا ہو کہ لوگ اس کی بظاہر خلاف عقل بات کو بھی ماننے کے لئے تیار ہوں۔ ایسا شخص سینکڑوں سال میں ایک پیدا ہوا کرتا ہے۔

لیکن یہاں تک ایک بات ثابت ہوئی کہ ایسا شخص جھوٹ نہیں بولتا۔ مگر ہو سکتا ہے کہ پاگل

ہو گیا ہو۔ جیسا کہ پاگل اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا ہے۔ ایسا شخص اگر اپنے آپکو نبی کہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مجھ کو الہام ہوتا ہے تو وہ جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوتا بلکہ اس کی دماغی حالت درست نہیں۔ اس لئے وہ کہتا ہے۔ ایسی حالت میں اور دلائل کی ضرورت پڑے گی۔ جو دعویٰ کے بعد اس کے دعویٰ کو ثابت کریں گے۔

غرض لوگ اس دلیل کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اسے غلط طور پر پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ محمد نصیب نے کہا کہ ارے قادیان والو مجھ پر کوئی اعتراض تو کرو۔ حالانکہ مشہور ہے کہ خبث نفس نہ گردد بسالہا معلوم۔ کہاں لوگوں نے اس پر غور کیا اور اس کو کامل روحانیت والا سمجھا۔ چند دن رہنے سے کوئی شخص اس آیت کا مصداق ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ساری عمر کی پاکیزگی دکھائی جائے اس کے بعد غور کیا جائے گا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے کسی عقیدے کی وجہ سے تو نہیں کہتا جیسا کہ برہمو سماج والے اس بات کو جو دل میں پیدا ہو۔ الہام کہتے ہیں یا پاگل تو نہیں۔ یہ سب باتیں ہیں جو اس میں دیکھی جائے گی۔ جھوٹا اسی کو کہا جائے گا۔ جس میں ان باتوں میں سے کوئی نہ پائی جائے۔ اگر ان باتوں کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ تو انسان دوسروں کو بھی صداقت نہیں منوا سکتا۔ اور خود بھی ٹھوکر کھا جاتا ہے اور یہ اس کی اپنی غلطی ہوتی ہے۔ پتھری نکالنے کے آلہ سے آنکھ کا کیٹرک نہیں نکل سکتا۔ لوہار کو برمے کی ضرورت ہو تو اس کا کام ہتھوڑے سے نہیں چل سکتا۔ جو دلیل جتنا ثابت کرتی ہو۔ اس سے اتنا ہی ثابت کرو۔ اور اگلے حصہ کو اور دلیل سے مضبوط کرو تب فائدہ ہو سکتا ہے۔

یہ دلیل میں نے جس رنگ اور جس طریق سے پیش کی ہے اس پر غور کرو۔ اور دیکھو کہ کس طرح کس بات سے کیا اور کہاں تک ثابت ہوتا ہے۔ غرض حضرت مسیح موعود نے جو دعویٰ کیا ہے۔ اس کی تبلیغ ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے جن جن دلائل کی ضرورت ہے۔ ان کے جاننے کے بغیر تبلیغ میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ احباب دلائل کو پیش کرنا اور صحیح طور پر پیش کرنا سیکھیں۔ تاکہ ان کی باتوں کا اثر ہو اور لوگ حق کو قبول کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم حق کو سمجھیں اور اس کے دلائل معلوم کریں۔ اور ان کے استعمال کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۲۴ء)